



## عالم تصنیف

کھلم کھلا اجازت دے دیتا ہے، عقل سے عاری انسان سے پھر ہر اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے جس کی ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا۔ تو میں بات کر رہا تھا باباجی کی، باباجی نے بہت نرمی، محبت اور شفقت سے میری طرف دیکھا اور پھر بولے۔

”دیکھ پت..... اللہ اکبر۔ مطلب ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ جب کوئی نہیں ہوتا تو صرف اللہ ہوتا ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کے لیے ہر وقت ہوتا ہے، مشکل میں، پریشانی میں اللہ دیکھتا ہے اپنے بندوں کی طرف کہ وہ مجھ سے رجوع کریں..... اللہ اپنے بندوں کو بھی اکیلا نہیں چھوڑتا اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ اکبر۔“ انہوں نے پھر اپنی بات کا انتظام اللہ کی طرف کیا۔ ان کی اس شفقت سے میری ہمت بڑھی اور ایک سوال اور کر بیٹھا۔

”پھر تو باباجی..... ہمیں ہر حال میں اللہ سے رجوع کرنا چاہیے؟“

”ہاں بیٹا کیوں نہیں جب خود کو اکیلا سمجھو، خود کو بے یار و مددگار پاؤ تو بس اللہ کی طرف بڑھو وہی ہے جو مشکل کشا ہے وہی ہے جو عزت دیتا ہے وہی ہے جو ذلت دیتا ہے۔ اللہ اکبر۔“ ان کی ان باتوں سے جیسے میرے دل پر اثر ہوتا میرا دل چاہتا کہ میں ان کی صحبت میں بیٹھا رہوں اور دینی، اخلاقی علم سیکھتا رہوں، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ انہوں نے گویا صحیح معنوں میں مجھے اچھا سوچنے اچھا عمل کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دے کر ایک اچھا انسان بننے میں بھرپور مدد کی۔

ہم نے اپنا مزاج بنالیا ہے دوسروں پر نظر رکھتے، تنقید کرنے اور ہر انسان کی کوئی نہ کوئی خالی تلاش اور اس کو بیان کر کے دلی تسلی حاصل کرنے کا، شاید ہم یہ کر کے خود کو سکون کی چند سلانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خالی، کوئی برائی نہیں، ایک اور بات جو ہم سب میں بدرجہ اتم موجود ہے وہ بہت جلد دوسرے کے بارے میں رائے قائم کرنا اور کسی بھی معاملے کی چھان بین کیے بغیر کسی فیصلہ قائم کرنا، اللہ جنت نصیب کرے باباجی جن کی صحبت والد صاحب بھی اختیار کرتے تھے اور ان کی اچھی باتوں سے فیض اٹھانے کے لیے مجھے بھی ساتھ اکثر لے جایا کرتے تھے۔ ان کی بیٹھک میں ہمیشہ لوگوں کا مجمع رہتا تھا اور ان کے گھر کے چولے پر ہمیشہ آگ لگے ہوئے رہتا تھا ان کے لیے چائے چڑھی ہوتی تھی۔ باباجی کی زبان پر ہر وقت اللہ اکبر کا ورد رہتا۔ ان سے کوئی بات کا آغاز کرے یا کوئی انتظام ان کی زبان سے ہمیشہ اللہ اکبر نکلتا تھا، ایک بار میں کم سنی میں ان سے سوال کر بیٹھا کہ باباجی آپ ہر وقت اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں، جس پر ساتھ بیٹھے ابانے مجھے بازو سے ہلکا سا دبا کر خاموش رہنے اور ادب کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی مگر میرے اس سوال پر نہ انہیں غصہ آیا، نہ ہی ان کے ماتھے پر جھکن آئی، غصہ اللہ والے لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتا بلکہ غصہ تو کسی کو بھی اپنا شیوہ نہیں بنانا چاہیے، غصہ عقل کو کھاجاتا ہے اور عقل سے خالی دماغ بدگمانی، وہم، دسوے سب کو اپنے اوپر حاوی ہونے کی گویا



میں نے ان کی تعلیمات کے زیر سایہ رہ کر یہ بات  
گرہ سے باندھ لی کہ کسی کے بارے میں اصل از وقت  
رائے قائم نہیں کرنی، کسی بھی معاملے میں جلد بازی  
اختیار نہیں کرنی۔ ہم اپنی زندگیوں بہت سے  
نا قابل تلافی نقصان اپنی جلد باز فطرت اور نہایتی  
پن کی وجہ سے اٹھاتے ہیں اور پھر پچھتاوے کا  
ہوت بن جاتے ہیں، تو ہم پہلے ہی کیوں نہ مبر سے  
حوصلے سے چلنے کو اپنا شعار بنائیں۔ وقت گزرتا رہا  
وقت کے ساتھ اور بڑھتی عمر کے ساتھ میرے  
تجربات بھی بڑھتے گئے، اپنے تجربات، مشاہدات  
کی روشنی میں، میں نے اپنے اندر گرد بہت سے گھر  
ٹوٹے، بہت سے دل ٹوٹے، بہت سے مان ٹوٹے  
اور بہت سے ارمان اعتماد ٹوٹے دیکھے صرف ان  
وجوہات کی بنا پر جن کو ہم نے اپنے مزاج کا حصہ  
بنالیا ہے، میں نے اپنے بہن، بھائیوں اور کزن  
وغیرہ کو بھی ان تعلیمات سے نوازہ جن کو میں نے  
سیکھا، میری کوشش ہوتی کہ جس محفل میں بیٹھوں  
وہاں کوئی مثبت اثر چھوڑ کر اٹھوں۔ یونیورسٹی کا پہلا  
ہفتہ تھا، پہلے دو تین دن طالبات پورے نہیں تھے اور  
نہ ہی کلاس معمول پر ہو رہی تھی پروفیسر آتے اور بس  
تعارفی کلاس لے کر چلے جاتے، جس بھی مضمون کا  
جو بھی استاد آتا مجھے اپنے آس پاس چہ گوئیوں کی  
آوازیں بھی آتیں، یہ استاد بہت سخت لگ رہے

ہیں، ارے یہ استاد تو بس فارغ ہی لگ رہے تھے،  
یہ استاد تو کافی مزاحیہ سے لگے اور بہت کچھ۔ اسی  
طرح ہر سنے طالب علم کے کلاس میں وارد ہوتے ہی  
پہلے سے بن جانے والے گروپ اس نئے آنے  
والے کے بارے میں رائے قائم کرتے نظر آتے  
اور مجھے ایک کوفت گھیر جیتی کیوں لوگ اتنی جلدی  
کرتے ہیں رائے قائم کرنے میں، کیا ان لوگوں  
کے لیے یہ رکھا، اس کے ساتھ لین دین کا معاملہ  
اختیار کیا، اس کے ساتھ کوئی سزا کیا نہیں تو پھر ایک  
نظر دیکھ کر یہ کہے اس پر اچھے، برے، سیدھے یا  
چالاک ہونے کا اشتہار لگا دیتے ہیں۔ کلاس میں  
وارد ہونے والے عجیب سے حلیہ بنائے رکھنے والے  
بہت ہی خاموش طبع طالب علم کو سب نے ہی تنقید کا  
نشانہ بنایا کسی نے اسے مشکوک کہا، کسی نے اسے کچھ  
اور کسی نے کچھ دوسری جانب خوش گفتار، مسکراتی  
آنکھوں والا طالب علم سب کی گویا جان بن گیا ہو۔  
استادوں کا بھی چہیتا اور جب کسی طالب علم پر کسی  
استاد اور بھی کبھی تمام استادوں کی نظر کرم ہو تو چاہے  
وہ اندر سے کتنا ہی برا مشکوک کیوں نہ ہو کلاس کا ہر  
طالب علم اسی کے من گناہ نظر آئے گا۔ میرا دل کرتا  
تھا کہ میں اس مشکوک طالب علم سے دوستی بڑھاؤں  
مگر مجھے بھی شاید میرے اندر کا شیطان روک لیتا یہ  
سب کرنے سے کہ جب سب کہہ رہے ہیں یہ ایسا

ہے یہ دیا تو کچھ نہ کچھ صداقت تو ہوتی ہے جیسی لوگ کسی کے بارے میں ایسا کہتے ہیں نہ..... ہمارا تیسرا سیکسٹر شروع ہو گیا تھا وہ سب کا نور نظر بن گیا تھا اور وہ مفلوک ساسب کی نظروں میں اور مفلوک بن گیا تھا۔ اکثر ہی سب اس سے بدگمان نظر آتے۔ میرا دل کرتا میں سب سے چیخ چیخ کر کہوں بدگمانی سے پرہیز کرو اسے منع فرمایا گیا ہے کہ بعض گمان کفر ہیں۔ یہ چوتھا سیکسٹر تھا اور چھٹا دن تھا جب پروفیسر کاظمی جو غصے کے تیز مشہور تھے، اپنے جلال کے ساتھ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کلاس میں داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہی مفلوک طالب علم کو اس کے بچے سمیت تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنی ڈیسک کے پاس لے آئے اور تڑپ لے کر اس سے اپنی بتائی جانے والی نئی ڈیو افس کا پوچھنے لگے وہ انہوں نے کلاس کے کونے میں ایک دن پہلے سیٹ کے رکھی تھی اور طالب علموں کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ جس کی مالیت اور ٹیکنالوجی میں اس کی اہمیت بھی انہوں نے اس ڈیو افس کو سیٹ کرتے ہوئے سب کو بتائی تھی۔

”تم شکل سے ہی چور لگتے ہو جتنا ڈکس گردہ سے تعلق ہے میں نے پولیس کو بھی بلا لیا ہے، میرے پورے پی ایچ ڈی کا نچوڑھی وہ ڈیو افس میرا اور ادارے کا لاکھوں روپیہ لگا تھا اس پر سوائے تمہارے اور کوئی یہ حرکت نہیں کر سکا، تم مجھ سے پہلے تو اپنی اس حرکت پر سب کے سامنے معافی مانگو اور پھر وہ ڈیو افس نکال کر دو، جہاں بھی بیٹی ہے جس کو بھی بیٹی ہے ورنہ پیسے دو۔“ سر کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہتا، وہ خاموشی کی مجسم تصویر بنا کر کاغذ سہتا رہا کہ شاید اس کی تعلیم اور تربیت نے اسے بڑوں سے ادب ہی سکھا تھا۔ سر کچھ لمحے رکے تو اس نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی مگر وہ بے سود رہی۔ سر اس کا بیک اس کے

کندھے سے اتروانے کی کوشش کرنے لگے کہ اپنے بیک کی تلاشی دو جس سے اس نے انکار کر دیا۔ کلاس میں موجود کچھ طالب علموں نے اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے اس کو چھٹی ہو جانے کے بعد خالی کلاس سے نکلنے دیکھا تھا، یہ گواہی اس کو مجرم ثابت کرنے کا پیش خیمہ بنی اور اس کی پوزیشن کو مزید کمزور کر گئی۔ سر کے دوبارہ بیک چیک کر کے اصرار پر اس نے دوبارہ نفی کی اور اپنے بیک کو خود سے ایسے لپٹا لیا جیسے اس میں واقعی کوئی خزانہ ہو۔ سب کی نظریں اس پر مرکوز تھیں۔ اس نے آسمان کی طرف گردن اٹھائی اس کے لب بٹے ”اللہ اکبر“ میں نے اس کے ہونٹوں کی جنبش پڑھ لی۔ میرے دل سے بھی اس کے لیے بے اختیار نکلا ”اللہ اکبر“ سر نے زبردستی اس کا بیک چھین لیا، اسے کھولنے لگے تو کلاس میں اسٹاف منیجر ہاتھ میں وہ چھوٹی سی ڈیو افس لیے داخل ہوئیں۔

”سر یہ آپ کی ڈیو افس اس ڈیپارٹمنٹ کی صفائی کرنے والے سے دوران صفائی ڈیو افس اپنی جگہ سے ہٹانے پر اس نے اسے درست کرنے کی کوشش میں کرا کر تھوڑی اور مصیبت بڑھائی۔ اسی لمحے چونک کر کلاس کو تالا لگانے آیا تو یہ مصیبت دیکھ کر دونوں نے اپنی دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو مرمت کے لیے اپنے کسی جاننے والے کی طرف بھیج دیا اور آج اسے اپنے تمام غل کے اعتراف کے بعد اسٹاف روم میں جمع کرانے آئے، مزید یہ بھی کہا کہ آپ کے غصے سے ڈرتے تھے اس لیے آپ کے پاس نہیں آئے پلیز انہیں کچھ مت کہئے گا، اپنی ڈیو افس کو چیک کر لیں، میں چلتی ہوں۔“ پروفیسر صاحب کا ہاتھ طالب علم کے بیک پر کمزور پڑ گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی جلد بازی، اپنے غصے کے سبب اپنے دل میں بدگمانی پیدا کر کے، اللہ کے بندے پر اپنا اختیار دکھانے پر اس سے سب کے سامنے معافی



## مریم راجپوت

السلام علیکم! آج کل ریڈرز کیسے ہیں آپ؟ میرا نام مریم راجپوت ہے، ضلع پنجاب میں رہتی ہوں تعلیم گریجویشن ہے۔ سب لوگوں کی طرح مجھے بھی مختلف لوگ اچھے لگتے ہیں۔ میں تعلیم پر نہیں بلکہ انسان کی اچھائی پر یقین رکھتی ہوں۔ فلم ایکٹر میں ارجن رامپال بہت پسند ہے، ایکٹریس میں پریتی زئارا، رانی کھرجی اور کترینہ کیف پسند ہے، اچھی لکھائی میری کمزوری ہے۔ موسم سردیوں کا اچھا لگتا ہے، لمبی لمبی راتیں خاموشی وقت ہی وقت۔ اب بات ہو جائے فیشن کی..... فیشن کریں مگر پردے میں رہ کر یہ ہمارا اصول ہے۔ اس لیے لباس اور جیلری میں سب کچھ پسند ہے۔ چوڑیاں اور انگوٹھی میری پسندیدہ ہیں، میک اپ کا جمل اور لپ اسٹک پسند ہے۔ کھانوں میں سب چیزیں پسند ہیں۔ پھل بے حد پسند ہیں، خوب مزے لے کر کھاتی ہوں۔ رائیڈ کی بات کریں تو عفت سحر طاہر سب سے زیادہ پسند ہیں ان کا انداز تحریر بہت ہنستہ ہے۔ مساتر اور نفیسی ہوتی ہے ان کی تحریروں میں کہیں بھی تحریر کمزور نہیں پڑتی پھر اقراء صفیر اور ڈاکٹر تنویر اور طلعت نقاشی وغیرہ راحت و فاقہ بھی اچھا لگتی ہیں۔ آج کل دوسرے ڈائجسٹوں سے اس لیے مختلف لگتا ہے کیونکہ اس نے مختلف شہروں میں رہنے والوں کو مختلف انداز نظر رکھنے والے لوگوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ مثلاً ہمارا آج کل رد جواب آں اور دوسرے کے نام پیغام آئے کے ذریعے۔ آج کل کی یہ بات مجھے بہت پیاری معلوم ہوتی ہے کہ اس نے آج کل سے غفلت رکھنے والے کو دوسری جیسے مقدس رشتے میں باندھ دیا ہے۔ پھولوں میں گلپ اور ٹیڈی بہت پسند ہیں اور ہاں یاد آئے اسٹارڈو ہے مگر وہ 12 فروری کو ہوتی ہے، ٹھیک ہے ذرا چل گیا اب تمہیں آپ کو میرا انداز بیان اور تعارف کیسا لگا ضرور رائے دیجیے گا۔

اچھا، فرمان ہوں یہ میں جانتا ہوں اور میرا اللہ جانتا ہے، پھر ہذا بانی انسان کے لیے میں اپنے اللہ کو بھول کر اس کے احکام کیوں کروں کہ مجھے سچا مانو؟ اللہ دلوں کے حال جانتا ہے، اللہ اپنی مخلوق کا پردہ رکھنے والا ہے، میں اپنا بیگ چیک کر دیتا تو میری غریب، فقیری، بے بسی، لاچارگی کا پردہ چاک ہو جاتا، بیگ چیک نہیں کر دیا ہوتا تو مجرم بن رہا تھا، تو اللہ کو پکارا اور اللہ کسی پکارنے والے کو مایوس نہیں کرتا، چلتا ہوں بھائی۔ وہ کلاس سے باہر نکل گیا، میرے لیے بہت سے سوال، بہت سے جواب چھوڑ کر، میرے ہونٹوں نے جنبش کی "بے شک اللہ اکبر"

لگتے مگر معافی وہ کام ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بے شک معافی مانگنے والا بڑا ہوتا ہے۔ پروفیسر صاحب کلاس سے جا بکسے تھے طالب علم بھی ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ شرمندہ شرمندہ سے کلاس سے نکل رہے تھے۔ وہ وہاں بت پٹا کھڑا تھا۔ میں خود بھی شرمندہ تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ "جب تم بے قصور تھے اور تمہارے بیک میں چوری کا کچھ نہیں تھا تو تم نے پروفیسر کو بیک چیک کرانے سے انکار کیوں کیا؟" اس نے میری طرف غالی غفروں سے دیکھا، ہلکا سا مسکرایا۔ "اللہ اکبر۔" ہونٹوں کو جنبش دی۔

"کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میرے ساتھ میرا اللہ ہے جس کے ساتھ اللہ ہو وہ اللہ کے سوا بندوں کو کیوں اپنی صفائی پیش کرے کیوں لوگوں کو یہ بول بول کر یقین دلانے کہ میں پاک ہوں، میں صاف ہوں، میں اللہ کا اچھا بندہ ہوں۔ میں ایک

